

خدا ہماری مدد کرے کہ ہم خود بھی درست ہوں اور اُن اسلاف کی اولاد کو بھی ٹھیک کریں جو ہمارے محسن تھے!

پوتے کی محرومی وراثت

سوال :- (۱) دادا کی زندگی میں اگر کسی کا باپ مر جائے تو پوتے کو وراثت میں سے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ مشہور شرعی مسئلہ ہے جس پر اس وقت حکومت کی طرف سے عمل ہو رہا ہے اس بارے میں مختلف مسلک کیا ہیں اور آپ کس مسلک کو فراج اسلامی سے قریب تر خیال فرماتے ہیں۔ اگر آپ کا مسلک بھی مذکورہ ہی ہے تو اس الزام سے بچنے کی کیا صورت ہے کہ اسلامی نظام جو یتیم کی دستگیری کا اس قدر مدعی ہے، ایک یتیم کو محض اس لیے دادا کی وراثت سے محروم قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے باپ کو دادا کی وفات سے بعد تک زندہ نہ رکھ سکا۔

(۲) مال غنیمت میں لونڈیوں کی تقسیم کا مسئلہ۔

(۱) لونڈیوں کے بارے میں حکم جاری ہے۔ یا منسوخ ہو چکا ہے؟

(ب) لونڈیوں کی تقسیم کے لیے اگر معاشرتی ضروریات متقاضی تھیں تو کیا اس کا

دوسرا حل ممکن نہ تھا؟

(ج) لونڈیاں صرف اُن عورتوں کو بنایا جاتا تھا جو مسلمانوں کے لیے مردوں کے ثناء

پیشانہ لڑنے کے لیے آتی تھیں یا گھر میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو بھی لاکر لونڈیاں بنایا جاتا تھا؟

(د) کیا یہ صورت فریقی متقابل کی قوی توہین قرار نہیں دی جاسکتی؟ اور کیا یہ صورت

دوسرے فریقی کے دلوں میں اسلام سے نفرت کا باعث نہیں بنتی؟ اور کیا اس سے

وہی صورت واقع نہیں ہوگی جو آج ہمارے اورد ہندوؤں کے درمیان گزشتہ فسادات

کی وجہ سے موجود ہے؟

(مس)۔ اگر یہ حکم اب بھی اسی طرح ہے تو ہندوستان سے جنگ کی صورت میں مسلمان عورتوں کے ساتھ ہمارا سلوک کیا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ اپنے وطن کے تحفظ کے لئے ہمارے ہندوستانی بھائی ہمارے خلاف ضرور صف آرا ہونگے؟

اس کا کیا لوڈیں سے قوم میں شہوانی جذبات ترقی پذیر نہیں ہوتے؟ اور آئندہ کیا گارنٹی اس امر کی ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں جذبات پر قابو پایا جاسکے؟ شہوانی جذبات کی اس فراوانی اور حیوانیت کے اس غلبہ کو اسلام کا مزاج تو پسند نہیں کر سکتا۔

جواب :- (۱) فقہائے اسلام میں یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں جس پر تے کا باپ مر گیا ہو وہ وارث نہیں ہوتا بلکہ وارث اس کے چچا ہوتے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس میں شیعوں کے سوا کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اگرچہ ابھی تک مجھے قرآن و حدیث میں کوئی ایسا صریح حکم نہیں ملا جسے فقہاء کے اس متفقہ فیصلہ کی بنا قرار دیا جاسکے۔ لیکن بجائے خود یہ بات کہ فقہائے امت سلف سے خلعت تک اس پر متفق ہیں، اس کو اتنا قوی کہ دیتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ ویسے بھی یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ پوتا بہر حال اپنے باپ کے واسطے ہی سے دادا کے مال میں حق دار ہو سکتا ہے نہ کہ براہ راست خود۔ اسی طرح بہو اپنے شوہر کے واسطے سے خسر کے مال میں سے حصہ پاسکتی ہے نہ کہ براہ راست خود۔ اگر ایک شخص کا بیٹا اس کی زندگی میں مر جائے، اور وہ شادی شدہ نہ ہو، تو آپ خود مانیں گے کہ اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ اس شخص کے مرنے پر اس کے ترکہ میں سے اس کے فوت شدہ بیٹے کا حصہ بھی نکالا جائے اور پھر اس کی میراث اس کی ماں اور اس کے بھائیوں وغیرہ کو پہنچائی جائے اسی طرح اگر اس فوت شدہ لڑکے کی کوئی بیوی موجود ہو تو آپ خود مانیں گے کہ وہ اپنے خسر کے ترکہ میں سے حصہ پانے کی مستحق نہیں ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کا نکاح ثانی ہوا ہو یا نہ ہوا ہے۔

پھر آپ کہیں اصرار ہے کہ صرف اس کا بیٹا موجود ہونے کی صورت میں اس کا حصہ ماقضی ہو بلکہ وہ اس کے بیٹے کو پہنچے ؟

رہائیت کی پیدائش کا سوال، تو شریعت کی رو سے اس کے چچا اس کے ولی ہوتے ہیں، اور ان پر اس کا حق ہے کہ وہ اس کی پیدائش کا انتظام کریں نیز شریعت نے وصیت کا حکم اسی لیے دیا ہے کہ اگر کوئی مرنے والا اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو اور اس کے خاندان میں کچھ لوگ مستحق موجود ہوں تو وہ ان کے حق میں وصیت کرے۔ ۱۔ حصہ مال کی حد تک وہ وصیت کر سکتا ہے، اور اس میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر وہ کوئی یتیم پوتا چھوڑ رہا ہے، یا کوئی بیوہ بہو چھوڑ رہا ہے جو بے سہارا ہو، یا کوئی بیوہ بھانج یا غریب بھائی یا بیوہ بہن چھوڑ رہا ہے تو ان کے لیے وصیت کر جلتے۔ یہ گنجائش اسی لیے رکھی گئی ہے کہ قانونی دائروں کے سوا خاندان میں جو لوگ مدد کے محتاج ہوں ان کی مدد کا انتظام کیا جاسکے۔

۲۔ لٹریچر کے بارے میں میں اپنی کئی کتابوں میں مفصل بحث کر چکا ہوں آپ میری کتاب تفہیمات حصہ دوم اور رسائل و مسائل ملاحظہ فرمائیں۔ نیز تفہیم القرآن میں سورہ نساء کے حواشی دیکھیں۔ امید ہے کہ آپ کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔ پھر بھی اگر کوئی شبہ رہ جائے تو آپ لکھ کر مجھے پوچھ سکتے ہیں۔

تعلیم قرآن کے لیے تفسیروں کے بجائے پروفیسر

سوال :- میں مدرسہ مظاہر العلوم کا فارغ التحصیل ہوں۔ میرا عقیدہ علمائے دیوبند و مظاہر العلوم سے وابستہ ہے مگر ساتھ ساتھ اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہوں۔ جہاں مجھے جہلائی معلوم ہو جائے وہاں حتی الامکان اس میں حصہ لینے کا رجحان رکھتا ہوں۔ اسی وجہ سے جماعت اسلامی کے ساتھ قلمی ربط رکھتا ہوں، اخبار کوثر اور ٹریبونر کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مولانا ابواللیث کی زندگی کو

قریب دیکھ چکا ہوں۔ علامہ دیوبند اور آپ کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس کا بھی مجھے علم ہے۔ اور اس کی وجہ سے میری طبیعت پریشان ہے۔ میں نے ترجمان القرآن کے وہ شمارے پڑھے ہیں جن میں حکیم لنگوہی صاحب کے اعتراضات کے جوابات آپ نے بغیر نفیس اور مولانا امین احسن صاحب نے دیئے ہیں۔ انہیں پڑھتے ہی میں نے حضرت استاذ مفتی کی خدمت میں جوابی لفظ بھیجتے ہوئے لکھا کہ میری نظر میں، ایک ہی جماعت اسلامی موجودہ وقت میں حزب اللہ معلوم ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کام کرے، مگر ساتھ ساتھ معلوم ہوا کہ آپ حضرات کو جماعت اسلامی سے شدید اختلاف ہے۔ لہذا آپ مولانا مودودی کے وہ خیالات ان کی کتابوں سے نقل فرمائیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کثیف الحقیقت نامی رسالہ پیش دیا۔ میں اس کا مطالعہ کر چکا ہوں۔

اس رسالے میں چند ایسی عبارات درج ہیں جن کے متعلق مجھے بھی اشتباہ ہوا۔ چنانچہ میں نے تنقیحات حاصل کی اور اس میں وہ عبارات مل گئیں جو مفتی صاحب نے نقل کی تھیں۔ اب میں ان عبارات کے متعلق آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کی ان سے مراد کیا ہے۔ آپ کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر جواب دیں تاکہ میرے اور میرے دو تین رفقاء کے شکوک رفع ہو سکیں۔ اس وقت تنقیحات میرے سامنے موجود ہے اور قابل غور عبارت یہ ہیں :-

۱) ”قرآن کے بے کسی تفسیر کی حاجت نہیں، ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بغیر غائر مطالعہ کیا ہو“ (ص ۱۹۳)۔ ساری عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ واضح رہے کہ اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ نفی تفسیر سے کوئی تفسیر کی نفی مراد ہے؟ کیا اس تفسیر کی نفی مراد ہے جو اسرائیلیات پر مشتمل ہو؟ یا موضوعِ مراثیت سے کسی آیت کی تفسیر کی گئی ہو؟ اور پروفیسر کو غائر مطالعہ کیا بغیر احادیث و آثار و صحابہ

قوالبعین کے حاصل ہو سکتا ہے؟ یا اگر نہیں، اصل ہو سکتا ہے تو تفسیر کی حاجت نہیں؟
 (۱۲) قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے
 ذخیروں سے نہیں؟ (۱۳) اس عبارت کو خواہ ماقبل و مابعد سے ملایا جائے یا قطع و برید
 کر کے الگ کر لیا جائے، بظاہر اس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم و احادیث
 نبویہ کی تعلیم مفسرین و محدثین حضرات کی تعلیم سے نہ لی جلتے، بلکہ براہ راست ان سے طلب
 اخذ کیے جائیں۔ اگر یہ مطلب ہے تو آپ کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام کو بھی براہ راست
 انہی مطالب کی اجازت تھی، بلکہ وہ بھی مختلف تفسیر رسول تھے بعض صحابہ نے بعض سے
 آیات کے مطالب سیکھ لیے۔ تو پھر آج کس طرح بغیر تفسیر مفسرین متقدمین قرآن حکیم کے
 مطالب اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ اس مقام پر اگرچہ آپ نے فوریہ کٹی کو مخاطب کیا ہے
 مگر ان کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قرآن و سنت رسول کی تعلیم کو لازم قرار دے کر ان
 کے مطالب بغیر تفسیر و حدیث کے متقدم ذخیروں کے اخذ کریں۔ کیا بچہ بغیر والدین کے
 خود بخود بلی سیکھ سکتا ہے؟ بہر کیف اگر یہ مطلب ہو جو بظاہر صاف معلوم ہوتا ہے
 تو بچے اصلاً کے بہت نقصان دہ ہے۔

(۱۳) وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترک قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کیے جائیں
 جو شامی اور کنتر الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ شامی وغیرہ کتب فقہ
 میں اسلامی قوانین نہیں لکھے ہوئے ہیں؟ کیا وہ فقہائے اسلام کے خود ساختہ قوانین ہیں جو
 کہ قرآن و حدیث کے مخالف ہیں؟ بہر کیف اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ ان
 کتابوں میں یقیناً بعض ایسے مسائل ہیں جو مرجوح ہیں مگر ان سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ
 ان میں سارے مسائل قوانین اسلام کے خلاف ہیں۔ کیا ان میں جزیات کے علاوہ مسلمانوں
 کی تنظیم اور اتحاد وغیرہ کا ذکر بسیط نہیں ہے؟ اگر ہے تو ان میں کیا کمی ہے؟
 امید ہے کہ تکلیف فرما کر ہمیں اطمینان دلائیں گے!

جواب :- میں آپ کا بہت شکریہ گزار ہوں کہ میری جن عبارات سے آپ کے دل میں

شبہ پیدا ہوا تھا ان کا مفہوم آپ نے خود مجھ ہی سے دریافت فرمایا۔ اہل حق کا یہی طریقہ ہے کہ قائل کی مراد پہلے خود قائل ہی سے پوچھی جاتے، نہ یہ کہ بطور خود ایک مطلب لیکر اس پر قنوی جڑ یا جلتے۔

عبارات عامہ سے میری مراد کیا ہے، اس کو سمجھنے میں آپ کو اور آپ جیسے دوسرے

لوگوں کو جو وقت پیش آتی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ لوگ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے ماحول سے، ان کے نصاب تعلیم سے، اور ان کے اندر گمراہی کی پیدائش کے بنیادی اسباب اچھی طرح واقف

نہیں ہیں۔ آپ لوگ ان درس گاہوں کو اپنے دینی مدارس پر قیاس کرتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ جس طرح آپ کے مدرسوں میں کوئی مولوی صاحب آسانی سے بیضاوی اور جلالین اور ترمذی پڑھائیتے ہیں اسی

طرح ان کالجوں میں بھی پڑھاسکتے ہونگے۔ اسی لیے آپ کو میری یہ بات بڑی انوکھی معلوم ہوئی کہ میں تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں کے بجائے ان کا کوئی بدل ان کالجوں کے لیے تجویز کر رہا ہوں

لیکن میں آپ کے دینی مدارس کی طرح ان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے بھی واقف ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہاں کس قسم کا ذہنی ماحول پایا جاتا ہے اور ان کے طلبہ کن افکار و نظریات کی آب و ہوا میں

نشو و نما پاتے ہیں۔ میں نے خود ان کتابوں کو پڑھا ہے جو مذہبی غیبل کی جڑوں تک کو انسان کے ذہن سے اکھاڑ پھینکتی ہیں اور ہر امر ایک ملحدانہ نظریہ کائنات و انسان اس طرح آدمی کے ذہن

میں بٹھا دیتی ہیں کہ آدمی اسے بالکل ایک معقول نظریہ سمجھنے لگتا ہے۔ میں نے تفسیر قرآن اور شرح حدیث اور فقہ کی پرانی کتابوں کو بھی پڑھا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ جدید زمانے کے علوم پڑھنے والے

لوگوں کے ذہن میں شکوک و شبہات کے جو کانٹے چبھے ہوئے ہیں، صرف یہی نہیں کہ ان کتابوں میں ان کو نکال دینے کا کوئی سامان نہیں ہے، بلکہ ان میں قدم قدم پر وہ چیزیں ملتی ہیں جو نئے تعلیم

یافتہ لوگوں کے دل میں مزید شبہات پیدا کر دینے والی ہیں اور بسا اوقات ان کی وجہ سے ایک مشکوک نکتہ کے مقام سے آگے بڑھ کر محدود انکار کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی

معلوم ہے کہ ان جدید درس گاہوں میں پرانے طرز کے معلم و فیات اپنے پرانے طریقوں اور ذخیروں

سے دین کی تعلیم دے کر اس کے سوا کوئی خدمت انجام نہ دے سکے کہ خود بھی مضحکہ بنے اور دین کا بھی استخفاف کرایا۔ یہ ساری چیزیں میری نگاہ میں ہیں۔ اسی بنا پر میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان درس گاہوں کے لیے جب تک قرآن کی ایسی تفسیریں اور حدیث کی ایسی شرحیں تیار نہ ہو جائیں جن میں ان تمام ہم سوالات کا جواب مل سکتا ہو جو نئے زمانے کے علوم پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس وقت تک کوئی خاص کتاب داخل نصاب نہ کی جائے بلکہ تلاش کر کے ایسے استاد رکھے جائیں جو قرآن و حدیث میں گہری بصیرت رکھتے ہوں اور علوم جدیدہ سے بھی واقف ہوں اور وہ تفسیر کی کوئی کتاب پڑھانے کے بجائے براہ راست قرآن کا درس دیں اور حدیث کی کوئی شرح پڑھانے کے بجائے براہ راست احادیث نبوی کی تعلیم دیں تاکہ طلبہ کو ان بحثوں سے سابقہ ہی نہ پیش آئے جو ان کے لیے ابتداءً موجب توحش ہوا کرتی ہیں۔

اس وقت نو پھر بھی کالجوں کا ماحول پہلے سے بہت زیادہ بہتر ہو چکا ہے، مگر جس زمانے میں میں نے منقبات کے یہ دونوں مضمون ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص اور مسلمانوں کے لیے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل لکھے تھے یعنی ۱۹۳۶ء اس وقت تو عملی الاعلان دین کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ نگار کی طرح کے پرچے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ میں تیری کے ساتھ الحاد پھیلا رہے تھے اور اشتراکی تحریک و باکی طرح نو جوان نسل کو متاثر کرتی چلی جا رہی تھی۔ آپ کے مذہبی مدارس میں پڑھنے پڑھانے والوں کو نہ اس صورت حال کا کوئی اندازہ تھا اور نہ انہوں نے اپنے وقت کا ایک لمحہ اس مرض کے اسباب کی تشخیص کرنے اور اس کا علاج سوچنے پر صرف کیلہ میں تڑپوں اپنی زبانوں کی مینہ مرام کر کے ان مسائل پر غور کرتا رہا اور وقت کے تعلیمی مامنداؤں کے سامنے ان کے نظام تعلیم کا پورا تجزیہ کر کے نہیں دے وہ اسباب صاف صاف پیش کر دیئے جو الحاد کی بڑھتی ہوئی تشویشناک رو کے اصل موجب تھے۔ اس کے ساتھ میں نے ان کو یہ بھی بتایا کہ اگر آپ فی الواقع اس الحاد کی پیدائش کو روکنے کے خواہشمند ہیں تو اپنے نظام تعلیم میں یہ اصلاحات کیجیے۔ اس سلسلہ میں جب کالجوں میں موزوں دینی نصاب تجویز کرنے کا سوال پیش آیا تو میں نے

اپنی مدت تک اس پورے ذخیرے پر نگاہ ڈالی جو تفسیر قرآن، تشریح حدیث اور فقہ و کلام کے موضوعات پر موجود تھا، اور مجھے ایک کتاب بھی ایسی نظر نہ آئی، خواہ وہ اردو میں ہو یا عربی میں یا انگریزی میں، جسے ان درسگاہوں کے لیے تجویز کیا جاسکے۔ اور اس وقت کیا، میں آج آپ کے ان مفتیوں سے پوچھتا ہوں کہ ذرا کسی ایسی کتاب کا نام لیجیے اطمینان کے ساتھ ان طلبہ کے ہاتھ میں دیا جاسکے۔۔۔ آخر کار اس پیچیدگی کا حل مجھے اس کے سوا کچھ نظر نہ آیا کہ سہروردت جو چند گنے چنے آدمی ہمارے قوم میں ایسے موجود ہیں جو کالجوں کی مخلوق کو دین کی تعلیم دینے کے بل ہیں ان کی خدمات حاصل کر کے چند مرکزی درس گاہوں میں تعلیم دین کا انتظام کیا جائے پھر جو کھپیپ ان کے فیض تعلیم سے تیار ہو کہ نکلے گی اس میں سے ایسے معلمین نکل آئے گی تو قیام کی جاسکتی ہے جو دوسری درسگاہوں کے کام آسکیں اور کالجوں کے لیے موزوں نصاب بھی تیار کر سکیں۔

میری اس شیع کے بعد اب ذرا آپ پھر تنقید کے ان دونوں مضمونوں کو اول سے آخر تک پڑھیے۔ اس کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ آج پندرہ سال بعد ان مضمونوں کی بودا و بھو دیو بند اور مظاہر العلوم کے دارالافتاؤں سے ملی ہے وہ کس درجہ علم و بصیرت اور خدا ترسی پر مبنی ہے۔ میں حیران ہوں اگر یہ لوگ ان معاملات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو آخر کس نے ان پر فرض کر دیا ہے کہ ان پر اظہار رائے فرمائیں اور وہ بھی بشکل فتویٰ؟

ربی تیسری عبارت تو اس سے جوشہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے اور جوشہ دیوبند و مظاہر العلوم کے مفتیوں نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی تردید خود اسی مضمون سے ہو سکتی تھی جس میں وہ عبارت واقع ہوئی ہے۔ بشرطیکہ مضمون کو بغور پڑھا جاتا۔ آپ کے پاس اگر تنقیدات موجود ہے تو اس میں وہ مضمون نکالیں جس کا عنوان ہے 'ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش' اسے دیکھیے۔ اور اس نظر سے دیکھیے کہ آیا اس میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی معتبر کتابیں کونسی ہیں اور ایک سلطنت میں کونسی فقہ کس حشر جاری ہونی چاہیے، یا یہ ہے کہ موجودہ ترکی

میں الجاد و بیدینی اور اندھی مغربیت کے فروغ پانے کی وجہ کیا ہے؟ اگر کسی شخص میں کسی مضمون کو پڑھ کر اس کا موضوع سمجھنے کی کچھ بھی صلاحیت ہو تو وہ بیک نظر معلوم کرے گا کہ میرے اس مضمون کا اصل موضوع دوسرا ہے نہ کہ پہلا۔ پھر یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک موضوع پر کلام کرتے ہوئے ضمناً اگر ایک فقرہ میرے قلم سے کسی دوسرے موضوع سے متعلق نکل گیا ہے تو آپ صرف اس ایک ہی فقرے کی بنا پر فیصلہ فرمائیں کہ اس دوسرے موضوع کے بارے میں میرا مذہب و مسلک کیا ہے؟ اور اس پر مزید ستم یہ ہے کہ آپ اس فقرے سے میرا مذہب و مسلک بھی مستنبط فرماتے ہیں تو وہ جس کی تردید میری بیسیوں تحریریں کر رہی ہیں۔ آپ کو اگر یہ معلوم کرنا تھا کہ فقرہ میں میرا مسلک کیا ہے اور سلف کی فقہی کتابوں کے بارے میں میری کیا رائے ہے تو آپ کو میری وہ تحریریں دیکھنی چاہیے تھیں جو میں نے فقہ کے موضوع پر لکھی ہیں۔ اور کچھ نہیں تو صرف میرا وہ رسالہ ہی پڑھ لیتے جو اسلامی قانون کے نام سے شائع ہو چکا ہے، تو آپ کے وہ سارے شبہات رنج ہو جاتے جن کی عمارت تنقیحات کے صرف ایک فقرے پر تعمیر ہوئی تھی۔

اس سلسلے میں اگر آپ نیرانہ نائیں تو ایک بات میں اور عرض کر دوں۔ علماء کرام علوم دینیہ میں جیسی کچھ بھی نظر رکھتے ہوں، بہر حال دم چیریں ایسی ہیں جن سے وہ قریب قریب بالکل ناواقف ہیں۔ انہیں کچھ خبر نہیں ہے کہ قریب کے زمانہ میں مختلف مسلمان ملکوں میں مغربیت اور اسلامیت کے درمیان کس کس سرے کی کشمکش ہوئی ہے اور اس میں ہر جگہ اسلامیت کی شکست اور مغربیت کے غلبہ و فروغ کے اسباب کیا ہیں اور اس افسوسناک نتیجے کے۔ ونا ہونے میں خود علماء اور ممالک دین کی اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کتنا ذمہ ہے۔

(۲) انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ دنیا کے موجودہ تمدن میں اگر ہم ایک اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ اسلامی ریاست کا نظام خالص اسلامی اصولوں پر چلاتے ہیں تو ہمیں کس قسم کے مسائل سے سابقہ پیش آئے گا اور ان مسائل کو حل کرنے میں سلف کی چھوٹی پروردگار میراث کس حد تک بجاتے